JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

پاکستانی اردو افسانے میں رواداری: زاہدہ حنا کے افسانوں کا خصوصی مطالعہ

(TOLERANCE IN PAKISTANI URDU SHORT STORY: A STUDY OF ZAHIDA HINA)

محمد ارشد
پی ایچ۔ڈی اُردو اسکالر، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد ناصر آفریدی
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Muhammad Arshad
Ph.D Scholar, Alhamd Islamic University, Islamabad.
Dr. Muhammad Nasir Afridi
Assistant Professor of Urdu Department, Alhamd Islamic University, Islamabad.

Abstract:
Zahida Hina's Urdu short stories often explore themes of tolerance, highlighting the importance of accepting diversity and embracing different perspectives. Through her narratives, she portrays characters that navigate complex social dynamics and demonstrate empathy and understanding towards others, regardless of their backgrounds or beliefs. Hina's works encourage readers to reflect on the value of tolerance in fostering harmonious relationships and building inclusive communities.

Key Words: Tolerance, Diversity, Harmony, Culture, Religion, Relationships, Community

زاہدہ حنا بطور افسانہ نگار، کالم نویس، ڈرامہ نگار، مضمون نگار، ناول نگار اور مترجم کے اردو ادب میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ زائدہ حنا پانچ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر سہسرام میں پیدا ہوئیں۔ وہ تقسیم ہند کے بعد والدین کے پاکستان ہجرت کر آئیں۔ ۱۹۶۲ء میں کاسمو پولیٹین گرلز سکول سے میٹرک کیا، جبکہ 1966ء میں اسلامیہ کالج فار وومن کراچی سے گریجویشن کیا۔ مختلف اخبارات میں ان کے سیکڑوں کالم چھپ چکے ہیں۔ اب تک ان کے تین افسانوی مجموعے قیدی سانس لیتا ہے، راہ میں اجل ہے اور رقص بسمل ہے منظر عام پر آچکے ہیں ان کا ایک ناولٹ نہ جنون رہا نہ پری رہی بھی چھپ چکا ہے۔ انہیں پرائڈ آف پرفارمنس سمیت کہیں بڑے ایوارڈز مل چکے ہیں۔ زاہدہ حنا کے کئی لانگ پلے کئی ٹی وی چینلز پر نشر ہو چکے ہیں۔ ان کے ڈرامے دوسری دنیا کو ۲۰۰۰ء میں بہترین پرائیویٹ پروڈکشن کا پی ٹی وی ایوارڈ بھی مل چکا ہے۔

زاہدہ حنا انسان دوست افسانہ نگار ہیں۔ ابتدائے آفرینش سے جاری جنگ و امن کی اس کشمکش میں ان کے افسانے امن کے پیغمبر دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی انسان دوستی، مذہبی رواداری اور انسانی وحدت کی حمایت کسی خاص خطے اور جغرافیائی حدود کی پابند نہیں۔ انسانی وجود کو لاحق خطرات خواہ وہ تشخص، مذہب، جغرافیہ، نسل یا علاقہ کی صورت میں ہوں زاہدہ حنا کا قلم امن، رواداری اور اخوت کا حامی ہی رہا ہے۔ ہیروشیما پر گزرنے والی قیامت ہو یا افغانستان و عراق پر ہلاکت خیز بمباری وہ مذہبی اور ثقافتی جنون کی بیخ کنی کے لیے ہمیشہ آواز اٹھاتی رہی ہیں۔ باجوڑ کی نسرین ہو بنگلہ دیش کی تسلیمہ نسرین ہو یا پاکستان کے اقلیتی گروہ اپنے افسانوں میں زاہدہ حنا مذہبی جنون کی مخالفت کرتی رہی ہیں۔ ان کے اندر کا امن پرور، روادار اور انصاف پسند انسان انہیں بے کسوں کی آواز پر اکساتا ہے۔

جنگ و جدل، تفرقہ بازی، گروہ بندی، انتشار اور عصبیت نے انسانی معاشروں کو جنگل جیسے لاقانون مقام میں بدل ڈالا ہے۔ اپنے مذہب، مسلک، ثقافت، طرز زیست کو مکمل بہترین اور واحد معیار سمجھنے کا زعم انسانی تفریق اور تقسیم کا باعث بنا ہے۔ تنوع اور اختلاف فکر و عمل خدا کے نظام کائنات کا دل پزیر منصوبہ تھا جس میں بے شمار خیر کے پہلو موجود تھے مگر انسان نے اپنے قیام ارضی قیام کو نہ صرف اپنے بلکہ بحیثیت مجموعی پورے سماج کو اپنی مرضی، منشا، فکر اور نظریہ زبردستی نافذ کرنے کی سعی میں گھمبیر و پیچیدہ بنا ڈالا ہے۔ مزاج، علاقہ، جنس، توارث اور تعلیم کے اختلاف سے کسی کو انکار نہیں مگر یہی چیزیں جب دوسروں کے فکر و عمل کی آزادی سلب کرنے پر تل جائیں تو اخلاقی انحطاط، سماجی گراوٹ، نفسیاتی الجھن اور تہذیبی شکست و ریخت جنم لیتے ہیں۔ اور جب فکری و نظریاتی مواد دوسرے معاشروں پر نافذ کرنے کے لیے طاقتور اقوام کمر کس لیں تو انفرادی آوازیں بے سود بلکہ معطل ہو جاتی ہیں۔ ایڈ گر کوہن ویتنام کی جنگ میں کام آنے والا ایسا ہی ایک شخص کی انفرادی آواز ہے جسے زبردستی جنگ کا ایندھن بننا پڑتا ہے۔ ایسی شاذ و انفرادی آواز خواہ کسی بھی تہذیب و علاقے سے تعلق رکھتی ہو وہ دارلامان سے دوری ہی رہتی ہے۔ زاہدہ حنا کا طرز احساس ملاحظہ کیجئے:

"اور تب اس لمحے میں نے جانا کہ انسان کیسے عذاب میں مبتلا ہے اور ناکردہ گناہوں

کی سزا پاتا ہے اور اس سزا اور عذاب کا خاتمہ نہیں ہے "(۱)

زاہدہ حنا pacifist واقع ہوئی ہیں۔ جنگ اور اس کے نتیجے میں جنم لینے والی تباہی اس کے کئی افسانوں کا موضوع ہے۔ وہ اپنے ہم مذہبوں کی عدم رواداری اور جنگجو مزاجی سے نالاں ہیں۔ وہ نام نہاد جہادی سرگرمیوں کی ببانگ دہل مذمت کرتی ہیں۔ انہیں دین اسلام کی رواداری اور اخوت کے درس کو بھولنے کا غم ہے۔ آج اس مذہب کے ماننے والے تشدد وانتہا پسندی کا شکار ہیں جس کا سلوگن ہی لا اکراہ فی الدین ہے۔ چنانچہ ان کا گلا بجا ہے:

"دونوں اپنے مقتولین کو شہید کہنے پر مصر دونوں ایک دوسرے کے مخالفین کو جہنم واصل کرنے

کی لذت سے سرشار۔ قاتل بھی کلمہ گو مقتول بھی۔ دونوں کے صنم خاکی دونوں کے صنم فانی۔ "(۲)

جہاں بعض سامراجی استعماری طاقتیں وسائل ومعدنیات کے حصول کے لیے مذہبی، ثقافتی اور نسلی اختلافات کو ہوا دے کر قوموں علاقوں اور ملکوں کو تقسیم کرکے اپنے مذموم مقاصد حاصل کر رہی ہیں وہیں بعض حکومتیں قومی تفاخر، مذہبی برتری کے نام پر اونچ نیچ اور بالا و پست کا فرق روا رکھتے ہوئے تعصب اور نفرت کی اشتعال انگیزی کے ذریعے تقسیم در تقسیم پیدا کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ زاہدہ حنا رواداری کو پوری دنیا میں امن پروری کا لازمی جزو سمجھتی ہیں۔ ان کی تحریروں سے پوری دنیا سے انسان دوستی، ہمدردی قبولیت اور وابستگی جھلکتی ہے۔ وہ منطق، تدبر فہم اور غیر جانبداری کو انتہا پسند استعماری ماڈل کا متبادل گردانتی ہیں۔ قومیت مذہب اور سیاست کی بنیادوں پر تشدد پسند تحریکوں اور رویوں کے لیے ان کا متبادل بیانیہ مختلف طبقوں اور انسانوں سے بردباری رواداری اور وسعت قلبی جیسے عناصر سے تشکیل پاتا ہے۔ ان کا غیر جانبدار قلم جب اپنوں کو بھی قصوروار پاتا ہے تو "منزل کہاں تیری" میں مدن اوشا اور اوشا کے پتا کے ساتھ کیے جانے والے مظالم پر پھر کسی کو معافی نہیں دیتا۔ جغرافیائی تقسیم پر ان کا دل خون کے آنسو روتا ہے اور عالیہ کی قلبی کیفیت اصلا ان کے باطنی حالت کی عکاس ہے۔

"عالیہ کا دل شق ہونے لگا مدن کے لیے اوشا کے لیے اوشا کے پتا کے لیے۔

ایسے ہی کروڑوں انسانوں کے لیے جن کے خون آلود جغرافیہ پر نفرتوں کے قطبین تھے "(3)

اسی طرح انہیں مذہب وعقیدہ کی بنیاد پر اکثریت واقلیت کے گورکھ دھندوں سے بھی شدید چڑ ہے بالخصوص پاکستان جو ان کا محبوب وطن ہے اس کا ہر رہاشی پاکستان کی ایک اکائی ہے۔ بھلے وہ اکثریت میں ہے یا اقلیت میں۔ اس کا مسلک، مذہب یا فرقہ اس کا نظریہ اس کی فکری وابستگی خالصتاً اس کا نجی معاملہ ہے۔ اس بنیاد پر انسانوں کو برتر و کم تر مطہر س اچھوت گردانے کی ریت سے اس کو شدید اختلاف ہے۔ بندے اور اس کے خدا کا معاملہ خداوند بندے پر ہی چھوڑ دینا چاہیے۔ ہر فرقہ ہر گروہ ہر اقلیت پاکستان کے جسم کا خلیہ ہے۔ جب تک کشادگی مساوات اور رواداری کا مظاہرہ ہر سطح پر نہیں کیا جائے گا قائد کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ناہید جو جنوبی ایشیا کے مذہبی اقلیتوں کے عنوان پر تحقیق کر رہی ہوتی ہے تو کراچی کا کرائم رپورٹر نجیب کراچی میں دہشت گردی کو بے نقاب کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"اور یہ جو آپ بہائیوں زکریوں, احمدیوں, عیسائیوں اور سکھوں کے غم میں

نڈھال ہیں تو کبھی اپنے شہر کے مقتولین کا مرثیہ بھی لکھیں دیکھیے تو سہی کمند موت

نے کیا کیا بند جکڑے ہیں زمین شہر نے ایک ایک کے پاؤں پکڑے ہیں ".(۴)

"معدوم ابن معدوم" تقسیم ہند کے تناظر میں ایک ایسے خاندان کی بپتا ہے جس میں کانگرسی کرنل معصوم حسین کا بیٹا باپ کی مرضی کے خلاف "پاکستان میں اپنی نسلوں کے محفوظ مستقبل" کے لیے رہنے کا فیصلہ کرتا ہے زاہدہ نے تیسری قوت کے گھناونے کردار کی تصویر کشی کرتے ہوئے صدیوں پر محیط محبت اور رواداری کی ثقافتی ورثے کو تاراج کرنے کے لیے کارفرما قوتوں کی طرف اشارے دیے ہیں۔ اور جب معصوم حسین کا پوتا دادی کے سامنے اپنے وطن کا گلا کرتے ہوئے دادا کے ملک کی تعریف میں رطب اللسان ہوتا ہے تو ہند ثقافتی اقدار کی غمازی کرتے ہوئے سپہر آراء (دادی) گویا ہوتی ہے:

"بری بات ہے علی اکبر, ایسی باتیں مت کرو. پاکستان تمھارا ملک ہے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

کراچی میں تمہارا گھر ہے۔۔۔۔۔گھر کے لیے منہ سے بدفال نہیں نکالو"۔(۵)

۶۔اگست ۱۹۴۶ کا دن انسانی تہذیب پر ایک بدنما داغ ہے جب طاقت کے نشے میں مست صیہونی طاقتوں نے عدم رواداری کا غضبناک مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے جاپانی حریف پر اٹامک بمباری کرکے جانوروں کو بھی شرمسار کر دیا۔"تنہائی کے مکان میں "کا ماسومی ایک ایسا ہی کردار ہے جس کی پوری جذباتی زندگی اس سانحہ کی نذر ہو گئی اور وہ بھی مہاتما بدھ کے قول "وہ ایک لفظ جسے سن کر انسان خاموش ہو جائے اور اس کی جہتوں میں ڈوب جائے ان ہزار لفظوں سے بہتر ہے جو کوئی مفہوم و معنی نہ رکھتے ہوں"کی طرح بدقسمتی سے ایک ایسا ہی لفظ "ہیبا کوشا" سنتی ہے,جو نہ صرف اس کی انفرادی زندگی کو بہت بری طرح متاثر کرتا ہے بلکہ اس کے دیس کی اجتماعی اپاہج پن کا عکاس ہے۔"ماسومی' کے محبوب کا بوسہ بظاہر تو اس کے مسوڑوں کے زخم کھولتا ہے مگر یہ درحقیقت انسانی تہذیب پر کسی چڑیل کے خونخوار پنجا ہے۔کیونکہ "ہیبا کوشا"کا مطلب ماسومی کے الفاظ میں :

"جانتے ہو بن بری جاپانی زبان میں ایٹمی حملے سے متاثر ہونے والوں کو ہیبا کوشا کہا جاتا ہے

مجھ میں زہر گھلا ہوا ہے۔میں اپنے بعد کی نسلوں کو بھی زہر بانٹوں گی"۔(۶)

"منزل ہے کہاں تیری"کا "اوشا کا پتا"جس نے ہندو ہونے کے باوجود فسادات میں غیر مذہب(مسلم) کم سن بچی کو سایہ پدری مہیا کیا وہ خود یہاں پاکستان میں فسادات کی بھینٹ چڑھ گیا ۔خود عالیہ کو مدن سے شادی سے روکنے کی اصل وجہ مدن کا ہندو المذہب ہونا ہی ٹھہرتا ہے۔مدن سے شادی میں رکاوٹ اس کا مذہب ہے اور جب عالیہ کو اس کے گھر کے افراد یہ طعنہ دیتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے ہزارہا ہندو مسلمان کیے تھے تو عالیہ کا مذہبی رواداری کا جذبہ ملاحظہ ہو :

"ان کی جگہ میں ہوتی تو ہرگز اس چکر میں نہ پڑتی"۔(۷)

عالیہ کو بتایا جا رہا تھا کہ مذہب، تہذیب اور تاریخ کو روندڈالتا ہے۔اور اوشا کے معاملے میں مذہب و غربت دونوں ہی اس کی موت کا سبب تھے۔عالیہ یہاں سوال اٹھاتی ہے کہ اگر اوشا بھی لاکھوں کما رہی ہوتی،کسی براہمن کی سپتری ہوتی اور دنیاد کھاوے کو مسلمان ہو جاتی تو ضرور نام اس کا فاطمہ یا زینب رکھا جاتا اور جھٹ سے وہ بیاہ لائی جاتی۔اس مذہبی لسانی اور ثقافتی استحصال کے خلاف زاہدہ حنا آواز بلند کرتے ہوئے لکھتی ہے :

"نفرتوں کے سٹاک ایکسچینج میں بھاؤ بڑھ رہے تھے نسلی امتیاز اینڈ کمپنی,فرقہ واریت انٹرنیشنل,لسان اینڈ لسان برادر،

فرزند زمین اینڈ سنز سب ہی کے بھاؤ آسمان کو چھو رہے تھے۔مسجدیں گرائی جا رہی تھیں،مندر جلائے جا رہے تھے

گرجا گھروں کو بلڈوزر چل رہے تھے"۔(۸)

زائدہ حنا کے کئی افسانوں میں رواداری کی عالمگیر علامت بدھا مہاتما بدھ کا ذکر ملتا ہے زائدہ انا کو تو بڑے شہروں سے بھی اس لیے نفرت ہے کہ بڑے شہر ظالم ہوتے ہیں ان میں انسان زیادہ دلوں رہ جاتی دو انسان نہیں رہتا جزیرہ بن جاتا ہے دوسروں سے کٹ جاتا ہے دوسروں سے اس کی روح کا مکالمہ ختم ہو جاتا ہے ڈاکٹر انوار احمد کے مطابق زیادہ حنا کی سب سے بڑی تخلیق قوت وہ روشن خیال ہوتا نظر جو برصغیر کی تاریخ تہذیب اور انسانی مستقبل کے حوالے سے کوئی پیچاک نہیں رہنے دیتا۔ہند اسلامی مشترکہ تہذیبی اقدار کے امین اس کے کردار "رانا سلیم سنگھ "کی تشکیل کے پیچھے زاہدہ حنا کی یہی وسیع القلبی طرز فکر کار فرما رہی ہے۔رانا سلیم سنگھ کے نام میں سلیم کا لفظ حضرت سلیم چشتی سے نسبت ظاہر کرتا ہے. گو رانا مذہباً مسلمان نہیں لیکن اس کا وجود سلیم چشتی کی درگاہ پر مانی گئی منت کا مرہون منت ہے۔خود رانا سنگھ کی زبانی سنیے :

"ماتا جی کی شادی کو کئی برس ہو گئے تھے پر اولاد نہیں ہوتی تھی۔جب وہ ہر سادھو، سنت، پیر فقیر سے مایوس

ہو گئیں تو ننگے پاؤں ننگے سر سلیم چشتی کی درگاہ پہنچی۔صاحب ادھر انہوں نے منت مانی مانگی اور ادھر دس مہینے

بعد ہم وارد ہو گئے۔ماتا جی نے ترنت ہمارا نام سلیم سنگھ رکھ دیا۔"(۹)

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2 2024

زاہدہ حنا نے 80ء کی دہائی میں پاکستان میں اٹھنے والی مذہبی تشدد اور گروہ بندی کی لہر کے خلاف بود نبود کا آشوب، تتلیاں ڈھونڈنے والی اور آخری بوند کی خوشبو جیسے افسانے لکھے۔ انہوں نے پانیوں پر بہتی پناہ میں بنگلہ دیشی ادیبہ تسلیم نسرین کو موضوع بنایا جس پر معاشرے کی مروجہ روایات کے خلاف آواز اٹھانے کی وجہ سے قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ جاپانی ناول نگار ساکائے سوبائی کی طرح ان کے دل میں جنگ کے لیے بے انتہا ناپسندیدگی ہے۔ کیونکہ جنگ اپنے جلو میں مخصوص نسل قوم یا مذہب کو نہیں دیکھتی پوری دنیا اس کا نوالہ بن جاتی ہے۔ " جاگے ہیں خواب میں " لکھتی ہیں کہ

"تاریخ کے تنور میں قومیں اور نسلیں دم پخت موت کی ضیافت کے لیے دستر خوان چنا ہوا آیئے صاحبان یہ جاپانی

اور کوریائے ذائقہ ہے لیجیے یہ رہا ویت نامی شاشلک ادھر جرمن اور پولش یہودیوں کا باربی کیو ہے افغان سجی،

فلسطینی تکے اور عراقی کباب سب کچھ حاضر ہے حضور، عالی جاہ یہ صرف پچپن ساٹھ برس کی جنگوں کا ثمر ہے۔"(۱۰)

زاہدہ کے افسانوں میں آفاقیت کا رنگ نمایاں ہے۔ وہ بلا تخصیص رنگ و مذہب عالم انسانیت کے لیے ماتم کناں دکھائی دیتی ہے۔ علی احمد فاطمی کے بقول انہیں گلا بھی یہی ہے کہ دنیا میں امریکی فرنگی ہندوستانی پاکستانی یا کچھ اور تو مل جاتے ہیں مگر آدم کی اولاد کوئی نہیں۔

انہیں تو طالبان سے بھی ایک لحاظ سے ہمدردی ہے کہ (بنجر ملک کے بچوں سے ان کا بچپن چھین لیا جائے تو پھر وہاں سے طالبان ہی اٹھتے ہیں۔/ کم کم بہت آرام سے ہے). بنگلہ دیشیوں سے مغربی پاکستان کی رنگ کی بنیاد پر کسے گئے جملے (یہ کالے ٹھنگے ہم پر حکومت کریں گے ؟./ ہوا پھر سے حکم صادر) سے بھی انہیں گلا ہے۔ انہیں امریکی سپاہی ایڈ گر سے بھی ہمدردی ہے (میں جنگ سے نفرت کرتا تھا اس کے باوجود مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں ویت نام جانے سے انکار کر دیتا۔)ان کے افسانے زرد آوازیں، یکے بود یکے نبود، صرصر بے اماں کے ساتھ وغیرہ رواداری، آزادی، روشن خیالی، اتحاد جیسے اس کے آدرش کے علامت ہیں۔ ان کی بعض افسانوں میں جو صوفیانہ طرز احساس ملتا ہے اس کے پیچھے بھی رواداری اور انسان دوستی جیسے تصورات کی کارفرمائی ہے۔

تقسیم کا واقعہ زاہدہ حنا کے نزدیک اس ہند اسلامی تہذیب کے خاتمے کا سبب بنا جو رواداری اور اقدار سے مرقع تھی اس لیے وہ اپنے مختلف افسانوں میں ہجرت اور نقل مکانی کے موضوعات میں اپنی تہذیبی جڑوں کو تلاش کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ مہاجرت کے دکھ میں وہ تمام مذاہب اور نسلوں کو شریک کرتے ہوئے کہتی ہیں:

"تم یہودی ہو اور تم نے سینکڑوں برس کا عذاب سہا ہے لیکن کیسی دلچسپ بات ہے کہ تم ان فلسطینیوں کا دکھ نہیں

سمجھتے جنہیں اپنے گھروں سے نکلنا پڑا اور تم ہمارے عذاب بھی نہیں سمجھ سکتے ہم اس سے پہلے برٹش

انڈیا کی قومیت رکھتے تھے اب پاکستان میں مہاجرین".(۱۱)

اسلام کے رواداری کے بنیادی فلسفے کو ترک کر کے عہد حاضر کے مذہبی رہنماؤں نے اقتدار، منصب اور دولت کی خاطر انتہاپسندی کو فروغ دیا ہے۔ مذہب کے نام پر استحصال کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ مذہبی تعصب معاشرتی اقدار کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ تنگ نظری کی وجہ سے گھٹن اور بے سکونی کا راج ہے۔ معاشرے کے افراد میں اعتقادی اختلافات کو ہوا دے کر مذہبی آزادی کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے۔ شدت پسندی اور عدم رواداری کے حوالے سے جنم لینے والے کئی مسائل ان کے افسانوں کا موضوع بنے ہیں۔ "رقص مقابر" میں رواداری کی عدم موجودگی سے پیدا ہونے والے مسائل پر ان کا گلا ملاحظہ ہو:

"سعدی شیرازی نے کہا تھا درویش در گیمے بہ خسپند و دو بادشاہ اقلیمے نہ گنجند۔ سعدی کے کہنے کے مطابق دو درویش

ایک کمبل میں سو سکتے ہیں لیکن دو بادشاہ ایک مملکت میں سانس نہیں لے سکتے تو یہ کیسے درویش ہیں

جنہیں اپنے سوا کوئی دوسرا گوارا نہیں۔"(۱۲)

مختصر یہ کہ زاہدہ حنا کے افسانے رنگ و نسل جغرافیہ مذہب و مسلک کی حدود سے بالاتر انسانی تہذیبی قدروں سے مزین ہیں۔ وہ تکثیریت، کثیر الثقافتیت، بین المذہب ہم آہنگی جیسے اوصاف کی ناگزیت کی پرچارک ہیں۔ رواداری برداشت اور بقائے باہمی اور پرامن معاشرت کے قیام کے لیے ان کی تحریروں میں خاصا مواد موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ زاہدہ حنا،"زیتون کی شاخ"، مشمولہ "تتلیاں ڈھونڈنے والی،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،۲۰۱۷ء ص:۴۱

۲۔ ایضا ،ص: ۲۵

۳۔ زاہدہ حنا،"منزل ہے کہاں تیری"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:71

۴۔ زاہدہ حنا،"بہ ہر سو رقص بسمل بود"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:99

۵۔ زاہدہ حنا،"معدوم ابن معدوم"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء ص:44

۶۔ زاہدہ حنا،"تنہائی کے مکان میں"مشمولہ "تتلیاں ڈھونڈنے والی"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2008ء,ص:255

۷۔ زاہدہ حنا،"منزل ہے کہاں تیری"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:69

۸۔ ایضاًص:65

۹۔ زاہدہ حنا،"رانا سلیم سنگھ "مشمولہ "رقص بسمل ہے"،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:123

۱۰۔ زاہدہ حنا،"جاگے ہیں خواب میں"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:173

۱۲۱۔ زاہدہ حنا،"زیتون کی ایک شاخ"مشمولہ "تتلیاں ڈھونڈنے والی"،،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:37

۱۲۔ زاہدہ حنا،"رقص مقابر"مشمولہ "رقص بسمل ہے"،الحمد پبلیکیشنز،لاہور،2017ء,ص:89

References in Roman Script:

1. Zahida Hina,zaitoon ki shakh,mashmoola,Titlian Dhondny Wali,Al Hamd publications,Lahore,2017,p.41
2. Ibid,p.25
3. Zahida Hina,manzil hai kahan teri,mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.71
4. Zahida Hina,ba har so raqs e bismal bood, mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd pu blications,Lahore,2017,p.99
5. Zahida hina,mahdoom ibn e mahdoom, , mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.44
6. Zahida Hina,Tanhai kay makan mein, mashmoola,Titlian Dhondny Wali,Al Hamd publications,Lahore,2017,p.255
7. Zahida Hina,manzil hai kahan teri,mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.69

8. Ibid,p.65

9. Zahida hina,Rana Saleem Singh,, mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.123

10. Zahida hina,Jagy hein Khawab mein , mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.173

11. Zahida Hina,zaitoon ki shakh,mashmoola,Titlian Dhondny Wali,Al Hamd publications,Lahore,2017,p.37

12. Zahida Hina,Raqs e muqabir,mashmoola,raqs bismil hai, Al Hamd publications,Lahore,2017,p.89